مالک رام کا مذہب

میں نے ''ہماری زبان'' دہلی میں اس نازک موضوع کو چھیڑ کر ایک بحث کا آغاز کیا۔ مجھ سے بہت پہلے بھی اس موضوع پر کچھ سطور دکھائی دے جاتی ہیں، لیکن اس پر باقاعدہ بحث مالک رام کے انتقال کے بعد ہوئی۔ ذیل میں مجموعوں اور رسالوں میں شائع شدہ مکاتیب اور چند غیر مطبوعہ خطوط کے ضروری اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ حسبِ ضرورت اپنی صراحت یا مشاہدہ بھی درج کرتا چلوں گا۔ انھیں پڑھ کر ہر قاری اپنے طور پر کسی نتیجے پر پہنچ سکے گا۔

ا۔ ''ہماری زبان'' مورخہ ۲۲رمئی ۱۹۹۴ء میں میرا مراسلہ ''مالک رام کے مذہب کی بحث کا جواز''

''ہماری زبان کے بعض مراسلوں میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے لیے مالک رام کے مذہب کی بحث اٹھانا نامناسب تھا۔ میرے بزرگ پروفیسر سرور نے مجھے ایک نجی خط میں لکھا ہے، ''مالک رام کے مذہب کا مسئلہ آپ نے نہ جانے کیوں چھیڑا؟'' چوں کہ میں سرور صاحب کا نہایت احترام کرتا ہوں، اس لیے ضروری ہے کہ اپنا موقف واضح کر دوں۔ مالک رام کی وفات کے چھ سات مہینے بعد تک میں نے اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا، لیکن جب ضلع مظفرنگر کے ایک رسالے میں ان کا مبیّنہ خط شائع کیا گیا کہ وہ وفات سے پانچ دن پہلے باقاعدہ مسلمان ہو گئے تھے، تو میں نے حقیقت جاننے کی کوشش کی۔ مضمون لکھنے سے پہلے میں نے خلیق انجم صاحب کو لکھ کر پوچھا کہ اگر وہ اس موضوع پر میرا مضمون ''ہماری زبان'' میں چھاپنے کو تیار ہوں تو میں لکھ دوں۔ ان کا اثبات میں جواب آنے پر ہی میں نے مضمون سپردِ قلم کیا۔

حسنِ اتفاق سے انھیں دنوں خلیق انجم صاحب لکھنؤ آئے۔ رام لعل کے گھر ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ محمد افضل ایم پی بھی تھے۔ میں نے مضمون کے اہم حصے خلیق انجم کو پڑھ کر سنائے۔ انھوں نے کسی بیان پر اعتراض نہیں کیا۔ میں نے مضمون ان کے حوالے کر دیا اور انھوں نے اسے چھاپ دیا۔

میں مالک رام، آنند نرائن ملّا اور پروفیسر سرور کو اپنا بزرگ مان کر غیر مشروط احترام کرتا ہوں۔ مالک رام ہندو تھے کہ مسلمان، اس سے میری عقیدت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں زندگی میں چند شخصیتوں کا ارادت مند ہوں، ان میں ہندو خال خال ہیں، مسلمان بہ کثرت، مثلاً اردو کے تمام زندہ مردہ ادیبوں میں، میں مولانا امتیاز علی عرشی کو شریف ترین انسان مانتا ہوں، حالی کی طرح شریف، عرشی صاحب کی طرح میں مسعود حسن رضوی صاحب کا بھی بے حد احترام کرتا ہوں۔

اگر مالک رام کے مذہب کا مسئلہ نجی خطوں میں اٹھایا جاتا رہا ہے، ادیبوں کی صحبتوں میں موضوعِ بحث بنتا ہے تو تحریر میں اسے کیوں نہ کھل کر کھنگال لیا جائے تا کہ آئندہ محققین کی رہبری ہو۔ بڑے ادیبوں کی زندگی کا ہر پہلو اور ہر گوشہ پبلک کی مِلک ہوتا ہے اور اس میں زندہ زعمائے ادب بھی شامل ہیں۔ مشاہیر کی جنسی اور معاشی زندگی تک کو منصّۂ شہود پر لایا جاتا ہے۔ مالک رام کے مذہب کی حقیقت جاننے کا یہ مقصد نہیں کہ اُن کے اِس مذہب یا اُس مذہب میں ہونے سے ''ذکرِ غالب'' یا ''تلامذۂ غالب'' کی قدر و قیمت پر کوئی اثر پڑے گا، مقصد صرف سچ تک پہنچنا ہے۔ میں حقیقت کو مقدس جانتا ہوں خواہ وہ فتنہ انگیز، یا بے مصرف ہی کیوں نہ ہو۔''

(''ہماری زبان'' ۲۲ر مئی ۱۹۹۴ء)

۲۔ مالک رام کی کتاب ''عورت اور اسلامی تعلیم'' پر تبصرہ از مولانا عبدالماجد دریابادی

''فقہیاتِ اسلامی پر کتاب، ایک ہندو کے قلم سے! جی ہاں، یہ مالک رام اسی قسم کے ہندو ہیں۔ صراحت کے ساتھ اگر اپنا نام ہر بار نہ لکھتے رہیں تو کوئی شخص بھی ان مالک رام اور عبدالمالک کی تحریروں میں فرق و امتیاز کر ہی نہیں سکتا۔ اگر اخلاص ہے تو حدِّ حلول و اتّحاد تک پہنچا ہوا اور دوئی اور بیگانگی کی ہر منزل سے آگے بڑھا ہوا اور اگر محض بہروپ ہے، تو وہ بھی قابلِ داد۔ قشر پر مغز کا گمان، نقل میں اصل کی شان۔

مصنف کی نظر قرآن کے علاوہ حدیث پر بھی اچھی خاصی ہے۔ کم از کم تبصرہ نگار سے تو زیادہ ہی ہے۔''☆۱

☆۱۔ ہفتہ وار ''صدق جدید''، لکھنؤ، شمارہ ۱۷، اگست ۱۹۵۱ء۔ باز طباعت، علی جواد زیدی (مرتب) ''مالک رام: ایک مطالعہ''، دہلی، جولائی ۱۹۸۶ء ص ۱۲۹ و ۱۳۱

۳۔ سیّد علی جواد زیدی، مذہبی علوم سے شغف

’’مالک رام کی مذہبی تعلیم کی ابتدا ہر ہندوستانی کی طرح آغوشِ مادر ہی سے شروع ہوئی۔ پھر چار برس کے سن سے گورودواروں میں گورو بانی کا ربانی پیغام سننے لگے۔ ہندو دھرم اور آریہ سماجی اصلاحی تحریک پر کتابیں پڑھیں۔ وزیرآباد کے دورانِ قیام میں ملک احمد حسن رہتاسی سے یارانہ ہوگیا۔ یہ ہم جماعت بھی تھے اور شاعر بھی۔ ان کا اردو اور فارسی کا مطالعہ بھی اچھا تھا۔ یہ اکثر کتابیں مالک رام کو پڑھنے کے لیے دیتے رہتے تھے۔ ایک دن انھوں نے مذہبِ اسلام کے بارے میں ایک کتاب مالک رام کے ہاتھ میں دیکھی۔ ملک احمد حسن خود جماعتِ احمدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے احباب کے پاس اسلامی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ انھوں نے کئی کتابیں لاکر مالک رام کو پڑھنے کو دیں۔ مالک رام کا ذوقِ تحقیق و تجسّس بڑھتا ہی گیا۔

ان کا یہ مطالعہ بعد میں، ’آریہ گزٹ‘ کی ادارت کے زمانے میں بھی ان کے کام آیا اور ویسے بھی مذاہب کے تقابلی مطالعے میں مفید ثابت ہوا۔ مالک رام کی اسلامی معلومات اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اسی سلسلے میں قادیان کے خلیفہ جناب مرزا بشیر احمد محمود احمد سے ان کی ملاقات ہوئی۔☆[۲] وہ قادیان گئے تو وہیں چودھری محمد ظفر اللّٰہ خاں سے بھی تعارف ہوا اور وہ بھی ان کی ذہانت اور وسعتِ نظر کے گرویدہ ہوگئے... جب بعد کو اخبار ’بھارت ماتا‘ سے علاحدہ ہوئے تو وہ ظفر اللّٰہ خاں کی طلبی پر شملہ بھی گئے اور وہاں ان کے مہمان رہے۔ اسی زمانے میں انھوں نے ایک دوست سیّد دلاور شاہ بخاری سے قرآن مجید کے سترہ پارے ترجمے کے ساتھ پڑھے۔‘‘

(’’ذکرِ مالک‘‘، مشمولہ ’’ارمغانِ مالک‘‘، پہلی جلد، نئی دہلی، ۱۹۷۱ء ص ۳۳-۳۲)

’’مذہبی اقدار کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی عزت بھی کرتے ہیں، لیکن انھیں عرفی معنوں میں مذہبی نہیں کہا جاسکتا۔ مذاہب کے تقابلی مطالعے کے باعث ان میں وسیع النظری آگئی ہے اور رواداری ان کا ایمان بن گیا ہے۔ اسلام کا ان کی طبیعت اور افتادِ مزاج پر گہرا اثر پڑا ہے۔ انھوں نے عیسائیت کا بھی بہت گہرا مطالعہ کیا ہے۔ میں ان کے یہاں قیام کرچکا ہوں۔ اس موضوع پر گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لیے مذہب کے بارے میں نہ میں نے زیادہ پوچھا اور نہ کچھ دیکھنے میں آیا۔ سارا معاملہ ان کے اور اللّٰہ یا بھگوان یا خدا کے مابین ہے۔

☆۲۔ زیدی نے خلیفۂ احمدیت کا نام مرزا بشیر احمد محمود احمد لکھا ہے جب کہ ڈاکٹر باقر نے مرزا بشیرالدین محمود احمد۔ مجھے سرور صاحب نے ایک خط میں لکھا کہ ان کا نام مرزا بشیرالدین محمود تھا۔ سند میں مولانا ظفر علی خاں کا یہ شرارت آمیز شعر لکھا:

بشیرالدین محمود اس لیے مجھ سے بگڑتے ہیں　　　کہ ایامِ جوانی میں مرا دل ان پہ مائل تھا

آج تک کبھی شراب نہیں پی... سؤر کے گوشت سے کراہت ہے۔''
(ایضاً ص ۴۰)

۴۔ ڈاکٹر محمد باقر

''اس وقت مالک رام کا ادبی شغف نہ صرف اردو، فارسی، عربی بلکہ قرآن سے بھی بہت بڑھ چکا تھا۔ ...اس نے اسلام اور اس کے مختلف فرقوں پر خاص توجہ کی۔ اس ضمن میں اسے احمدیہ تحریک سے بہت علمی دلچسپی پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ جب ایک مرتبہ مرحوم حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی لاہور میں آمد پر اُن سے ملنے گیا☆۳ تو اس نے مجھے بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی... ہم دونوں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے...مالک رام تقریباً ایک گھنٹے تک قرآن کے مطالب اور اسلام کے مختلف موضوعات پر حضرت صاحب سے باتیں کرتا رہا اور میں صرف خاموشی سے سنتا رہا... یہ غالباً ۱۹۳۴ء کی بات ہے۔''
(''مالک رام: میرا دوست اور انسان دوست''، ایضاً ۸۶)

۵۔ محمد عبدالسّلام خاں، پرنسپل مدرسۂ عالیہ، رام پور

''غالباً اس صدی کے تیسرے دہے کی بات ہے، میری عمر ۱۳،۱۴ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ میں نیاز فتح پوری مرحوم کا 'نگار' پڑھا کرتا تھا۔ صحیح عنوان تو یاد نہیں، شاید حضرت علیؓ کے استحقاقِ خلافت پر کئی قسطوں میں 'ہرنام' کے نام سے ایک مقالہ شائع ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ دراصل یہ کسی مالک رام صاحب کا مقالہ ہے۔ معلوم نہیں یہ انتساب صحیح تھا یا غلط۔''
(''اسلامیات''، مشمولہ، ''مالک رام: ایک مطالعہ''۔ ص ۱۵۳)

ابھی تک مالک رام کے ایک فرضی نام ''ناتھ رام'' کا ذکر سنا تھا۔ عبدالسّلام صاحب نے ایک اور نام ''ہرنام'' کا اضافہ کیا ہے، لیکن یہ حافظے کی چوک کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ''ارمغانِ مالک'' جلد اوّل میں ''نگارشاتِ مالک'' میں جملہ مضامین کی فہرست دی ہے۔ اس کے مطابق انھوں نے ''نگار'' میں محض ایک مذہبی مضمون ''اسلام اور عورت'' تین قسطوں میں اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۴۵ء کے شماروں میں لکھا۔ ان کا مضمون ''اسلامی خلافت'' رسالہ ''تجلّی، دیوبند'' بابت اپریل ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا جو بعد میں ان کے مجموعے ''اسلامیات'' میں شامل کر لیا گیا۔ اس میں انھوں نے خلفاے راشدہ کے موضوع پر پوری طرح سنّی موقف کی تائید کی ہے۔ میں بالخصوص حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے بیان پر توجہ دلاتا ہوں۔

☆۳۔ دیکھیے حاشیہ ☆۲۔

۶۔ ڈاکٹر اختر الواسع، استاد شعبہ درسیاتِ اسلامیہ، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

اس کتاب کا آخری مقالہ ''عورت: مذاہبِ عالم میں'' جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، ایک تقابلی مطالعہ ہے، جو عالمانہ شان کا حامل ہے۔ اس میں انھوں نے کھلے الفاظ میں یہ بات کہی ہے کہ دنیا کے اکثر مذاہب میں عورت کی حیثیت اور اس کے سماجی مرتبے کے باب میں جو کچھ مثبت تبدیلیاں آئی ہیں، وہ اسلام کا فیضان ہیں۔ لکھتے ہیں:

> اگر چہ ان مذاہب کے پیرو ''قال'' سے تو اسلامی اصولوں کے تفوق کا اقرار نہیں کرتے، لیکن وہ اپنے ''حال'' سے یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ واقعی ان مسائل کا حل ان کے مذہب کی کتاب میں نہیں ہے، یا جو اس میں موجود ہے، وہ مقتضائے زمانہ سے کم ہے اور اصل حل وہی ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

(مضمون ''اسلامیات'' مشمولہ، ''مالک رام، ایک مطالعہ'' ص ۹۷۔۱۹۶)

۷۔ جگن ناتھ آزاد

''غالباً ۶۴ء میں، میں نے قرآن شریف پڑھنے کا عزم کیا۔ ظاہر ہے کہ مالک رام سے بہتر قرآن پڑھانے والا کہاں سے میسر آتا۔ میں نے ان سے درخواست کی، انھوں نے قبول کر لی... اس ضمن میں جو بات مجھے آج تک متاثر کر رہی ہے اور جس پر میں آج تک عمل پیرا ہوں، یہ ہے کہ مالک رام صاحب نے سورۂ فاتحہ شروع کرانے سے قبل ہی مجھے قرآن شریف کو ہاتھوں میں اٹھانے اور میز پر رکھنے کے آداب سے آشنا کیا۔ کلام پاک کا احترام تو مجھے ابتدا ہی سے گھر میں سکھایا گیا تھا، لیکن مالک رام صاحب نے میری تعلیم کی ابتدا اس احترام سے کی اور سورۂ فاتحہ پڑھانے سے قبل ہی مجھے روحِ مذہب سے آشنا کرنے کی کوشش کی۔''

(''مالک رام''، مشمولہ، ''مالک نامہ'' مرتّبہ کرنل بشیر حسین زیدی۔ دلّی ۱۹۸۷ء ص ۱۱)

۸۔ شیخ سلیم احمد

''مالک رام اپنی وضع قطع اور رہن سہن میں متّقی اور پرہیزگار مسلمان نظر آتے ہیں۔ اسلام کی تلاش میں اسلامیات کا گہرا مطالعہ کیا... ہم میں سے کتنوں کی خواہش ہوگی کہ ان کے انتقال کے بعد انھیں مرزا غالب کے برابر میں دو گز زمین دے دی جائے۔ ان کے بعد پہلے محقّقین کا ایک کمیشن یہ طے کرنے کے لیے بٹھایا جائے گا کہ مالک رام مسلمان تھے کہ ہندو؟''

(''غالب شناس مالک رام''، مشمولہ، ''مالک نامہ''، ص ۹۸۔۹۷)

۹۔ حبیبہ بانو نے اپنے مضمون ''توقیتِ مالک رام''، مشمولہ ''مالک نامہ'' میں ان کی پانچ اولادوں کے نام سلسلے وار یہ بتائے ہیں: اوشا، ارونا، بشریٰ، آفتاب، سلمان۔ ان میں سے پہلے دو ہندوستان میں اور بعد کے تینوں اسکندریہ (مصر) میں پیدا ہوئے۔ (ص ۲۴۲)

۱۰۔ ضلع مظفرنگر میں کوئی قصبہ یا دیہات ''پھلت'' کے نام سے ہے۔ مظفرنگر میں میری رشتے داری ہے۔ میں وہاں سال میں ایک دو بار جاتا ہوں۔ میں نے کبھی پھلت کا نام نہیں سنا۔ وہاں کوئی ''جمعیۃ الامام ولی اللہ الدہلوی (للدعوۃ والتعلیم)'' ہے۔ وہاں سے جمعیت کے پیڈ پر کسی شخص کلیم نے ۲۶؍ رمضان ۱۴۱۳ھ/ ۲۱؍ مارچ ۱۹۹۳ء کو مالک رام صاحب کو ایک طویل مکتوب لکھا۔ مجھے اس کا فوٹو عکس مالک رام صاحب کے بیٹے آفتاب نے بھیجا۔ اس نادر خط کے ضروری اقتباسات حسبِ ذیل ہیں:

> محترم المقام، قابلِ صد احترام عزّت مآب جناب عبدالمالک، مالک رام، ہداکم اللہ ہدایۃ کریمہ
>
> السّلام علیکم من الشرک والکفر والضلالتہ
>
> راقم الحروف آپ کا ایک محبت کرنے والا بھائی ہے...آپ سے دل میں ایک تعلق ہے جو بڑھتا جا رہا ہے، گو کہ ملاقات باوجود کوشش کے نہ ہوسکی... اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر فضل فرماتے ہیں تو اس کو ایمان و اسلام کی دولت سے مالامال فرماتے ہیں...موت سے قبل اس کا وقت ہے کہ آدمی اس کی یکتا ذات پر ایمان لائے اور اس کے سچے اور آخری رسول محمد مصطفےٰؐ کی سچے دل سے پیروی کرے۔ آنجناب کو تو اس کا تصور بھی نہ ہوگا کہ آپ سے محبت کرنے والا کوئی بھائی آپ کی سچی محبت اور ہمدردی میں راتوں کو روتا ہوگا کہ ''میرے ربِّ کریم اگر اسلام سچا مذہب اور مدارِ نجات ہے تو میرے بھائی مالک رام کو ہدایت عطا فرما۔'' دو تین روز قبل خواب دیکھا، محسنِ انسانیت رحمۃ للعالمین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ مالک رام اور...[☆۴] تو ہدایت یاب ہوئے اور نارنگ و آزاد (جگن ناتھ آزاد) پیچھے رہ گئے۔ میں نے عرض کیا، کیا نام ہیں ان کے تو فرمایا عبدالمالک اور عطاء الرحمٰن۔

☆۴۔ یہاں ہندوستان کی اتنی بڑی شخصیت کا نام ہے کہ میں نقل کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔

آنکھ کھل گئی۔ بے چین تھا کہ کس طرح ملاقات کروں۔

دلی تمنا ہے کہ عریضے کو ملاحظہ کے بعد جواب سے بلکہ دل تو چاہتا ہے کہ ایمان کو قبول فرمانے کی خوش خبری سے نوازیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کا قرآن حکیم کا ترجمہ Tafsirul Quran (4 vols) آنجناب نے ملاحظہ نہ فرمایا ہو تو اس کا ضرور مطالعہ کرلیں... خدا کرے ہمارا آپ کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ والسلام

آپ کا ایک نہایت محبّ و ہمدرد بھائی
کلیم عفی عنہ

۱۱۔ اس مقام پھلت سے ایک مذہبی رسالہ ''ارمغان'' نکلتا ہے۔ اس کے دسمبر ۱۹۹۳ء کے شمارے میں ''چند مکتوبات'' کے عنوان سے دعوتِ اسلامی کے تعلق سے چند خطوط شائع ہوئے ہیں۔ ان میں پہلا خط مبیّنہ طور پر مالک رام کا ہے۔ مکتوب الیہ کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ ظاہراً یہ خط مندرجہ بالا کلیم کے نام ان کے خط کے جواب میں ہونا چاہیے۔ دوسرے دو خطوط دوسرے اصحاب نے مدیر کے نام لکھے ہیں۔ مجھے ان تینوں کے عکس آفتاب بویجا نے بھیجے۔ پہلے دو کے ضروری اقتباسات حسبِ ذیل ہیں۔ مالک کے خط سے پہلے دو تین تمہیدی سطور بھی ہیں:

ذیل کا خط ہندوستان کے مشہور ادیب اور ماہرِ غالبیات مالک رام کا ہے، جو انھوں نے انتقال سے پانچ روز قبل لکھا۔ ۱۸/اپریل ۱۹۹۳ء کو انتقال ہوا[☆۵] اور ۱۳/اپریل کو انھوں نے یہ خط لکھا۔

۱۳/۴/۱۹۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفقِ من سلامِ مسنون

چند یوم قبل سچی ہمدردی اور درد سے بھرا ہوا مکتوب موصول ہوا، فوراً جواب اس کا حق تھا مگر غور و فکر کرتا رہا۔ آج کل میں اسپتال پہنچا۔ اپنے کرم فرما حافظ اقبال امینی جو ایک بھولے بھالے اور مخلص مسلمان ہیں کو بلوا کر انھیں سے یہ خط اسپتال میں تحریر کروا رہا ہوں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ خود حاضر ہو کر آپ کی محبت اور احسان کا حق تو کیا بس زبانی شکریہ ادا

☆۵۔ مالک رام کا انتقال ۱۸/اپریل ۹۳ء کو نہیں، ۱۶/اپریل ۹۳ء کو ہوا۔

کرتا... میں حافظ اقبال اور آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمداً عبدہ و رسولہ۔ کل قیامت کے دن آپ سے وصول کرلوں گا۔ کاش اللہ تعالیٰ صحت یاب فرمائے تو کچھ کفر و شرک کی زندگی کی تلافی اور اپنے سب سے بڑے محسن کی زیارت خود خدمت میں حاضر ہوکر کرسکتا۔

آپ کے احسان کا اجر بس مولائے کُل ہی دے سکتا ہے جس نے ساری عمر کے گم کردہ راہ کو ہدایت اور توفیق بھی عطا فرمائی۔ کاش آپ سے پہلے ملاقات ہوگئی ہوتی...

اللہ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے۔

والسّلام مع الکرام

خاکسار عبدالمالک، مالک رام

ذیل کا خط جناب اسماعیل میر کا ہے جو انھوں نے جنوبی افریقا سے لکھا ہے اور جو افریقا میں خصوصاً نیلسن منڈیلا اور ان کے ساتھیوں پر کام کر رہے ہیں۔

۲۶/۶/۱۹۹۳

آپ سے گزشتہ سال دہلی کی ملاقات گویا ایک نئی زندگی کا آغاز ثابت ہوئی... کاش آپ سے پہلے ملاقات ہوگئی ہوتی۔ مسٹر نیلسن منڈیلا گویا اندر سے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ بس اعلان کی کسر باقی ہے۔ دعا فرمائیں۔ افریقی نیشنل کانگریس کے پانچ سرکردہ لیڈروں نے اس بندۂ عاجز کی دعوت پر اسلام قبول کرلیا ہے۔

والسّلام

اسماعیل میر

مندرجہ بالا دو خط میں سے پہلے خط کے بارے میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی بابت ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ (اپریل ۱۹۹۵ء) میں یہی مکتوب اس عنوان کے ساتھ شائع ہوا:

مشہور ہندوستانی مصنف اور نقاد ڈاکٹر مالک رام کا قبولِ اسلام، مرنے سے پانچ دن

پہلے علامہ ابوالحسن علی ندوی کے نام مکتوب

اس رسالے میں خط کے آخر میں مکتوب نگار کا نام محض خاکسار عبدالمالک، لکھا ہے اس کے بعد مالک رام نہیں۔ میں یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ اس خط کے مکتوب الیہ مولانا علی میاں ہیں۔ خط کا جملہ ''کاش آپ سے پہلے ملاقات ہوگئی ہوتی'' اس کا ثبوت ہے۔ یقینی ہے کہ مالک رام اپنی زندگی میں علی میاں سے کئی بار ملے ہوں گے۔ اس لیے وہ اس خط کے مکتوب الیہ نہیں ہوسکتے۔ مدیر ''الفاورق'' کو کچھ التباس ہوا ہے۔

۱۲۔ گیان چند، مضمون ''مالک رام کا مذہب (ناتھ رام سے عبدالمالک تک)'' جستہ جستہ اقتباسات:

> مالک رام، حیدرآباد کے میر عابد علی خاں اور میں گجرال کمیٹی (۷۵-۱۹۷۲ء) کے ممبر تھے۔ اس کی کسی جلسے کے لیے دلّی میں جمع تھے۔ معلوم نہیں میں نے مالک رام صاحب کے بارے میں کیا کہا تھا کہ عابد علی خاں نے مجھ سے کہا، ''وہ ہندو کب ہیں؟ وہ مسلمان ہیں، روزانہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔'' یہ بات مالک رام صاحب کے سامنے نہیں کہی تھی۔ انھیں دنوں یا اس سے بھی قبل نثار احمد فاروقی صاحب نے مجھ سے کہا تھا، ''سنا ہے مالک رام دراصل مسلمان ہیں اور قادیانی ہیں، کبھی موقع ملے تو ان سے پوچھنا۔''

مالک رام میرے بزرگ تھے۔ مذہب کی بات بڑی نازک تھی، میں ان سے کیوں کر پوچھتا۔ ایک مرتبہ خط میں کسی طرح گھما پھرا کر ان کی تلاوتِ قرآن کی بات لکھی۔ انھوں نے اپنے مکتوب میں جواب دیا:

> تعجب ہے کہ اگر کوئی شخص ساری عمر بائیبل پڑھتا رہے تو وہ عیسائی نہیں، لیکن اگر وہ تلاوتِ قرآن کرے تو وہ مسلمان ہے۔ میں دونوں بالالتزام پڑھتا ہوں۔

گویا یہاں انھوں نے اپنے مسلمان ہونے سے انکار کیا ہے۔ چند سال پیش تر آسام کے ڈاکٹر تارہ چرن رستوگی نے دلّی کے سفر کے بعد لکھا، ''معلوم ہوا ہے مالک رام مسلمان ہوگئے ہیں اور قادیانی ہیں۔'' میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ بات آج سے نہیں، برسوں سے کہی جارہی ہے۔

ان کے عقیدے کے سلسلے میں قادیانیت کی بات بے وجہ نہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے

مجھے بتایا کہ تیس پینتیس سال پہلے، وہ مالک رام صاحب سے پہلی بار ملنے ان کے گھر جانے والے تھے۔ نثار احمد فاروقی نے شرارتاً انھیں سمجھایا کہ ''مالک رام قادیانیت کے خلاف باتیں سن کر خوش ہوتے ہیں۔ تم ان کی خوشنودی چاہو تو ان کے سامنے قادیانیت پر تنقید کرنا۔'' خلیق انجم بھرّے میں آگئے اور مالک رام صاحب کے سامنے احمدیت کی سخت مذمّت کی۔ اس پر مالک رام، میرامّن کے روزمرّہ میں، تیہے میں آگئے جیسے خلیق صاحب کی جان لے لیں گے۔

گجرال کمیٹی کے دنوں میں کہیں چند اردو والے جمع تھے۔ کسی اسلامی موضوع پر بحث چل پڑی۔ مالک رام صاحب نے عالمِ دین کے طور پر مدلل رائے دی۔ اس پر جامعہ ملّیہ اسلامیہ کے ڈاکٹر نے کہا، ''ہم اسلام کے مسائل میں کسی غیر مسلم کی رائے کو نہیں مانتے۔'' اس پر مالک نے احتجاجاً کہا، ''لو صاحب یہ تو اپنے معاملات میں کسی غیر مسلم کی دلیلیں سننے کو بھی تیار نہیں۔'' یعنی انھوں نے خود کو غیر مسلم کہے جانے پر احتجاج نہیں کیا۔

... کالی داس گپتا رضا نے مجھے بتایا کہ ایک بار وہ دہلی گئے۔ مالک رام صاحب نے انھیں کھانے پر مدعو کیا۔ کالی داس نے کھانے سے پہلے مالک رام صاحب سے واشگاف الفاظ میں پوچھا، ''میں کھانا بعد میں کھاؤں گا، پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟'' واضح ہو کہ اس سوال کا مقصد محض معلومات بہم پہنچانا تھا ورنہ کالی داس کو مسلمان کے یہاں کھانے پر اعتراض نہیں۔ مالک رام صاحب نے جواباً کچھ ایسا کہا، ''یہ کیا بات ہوئی۔'' اہلیۂ مالک رام نے مالک رام صاحب سے کہا، ''لو اور عربی فارسی پڑھو، اب لوگ تمھیں مسلمان سمجھنے لگے ہیں۔''

۴ر جولائی ۱۹۹۳ء کو میں نے ان کے قدیم شریکِ کار ڈاکٹر مختار الدین احمد سے دریافت کیا کہ کیا وہ مالک رام صاحب کے مذہب کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟ اس پر انھوں نے ۱۰ر جولائی کے خط میں مجھے لکھا:

> ان کے مذہب کے بارے میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ معاملہ کچھ ایسا تھا کہ چہل سالہ تعلقات کے باوجود میں نے ان سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ ان کی کتاب ''اسلامیات'' (۱۹۸۴ء) ضرور دیکھیے۔ اس میں وہ ایک مسلمان بلکہ مسلمان عالم کی شکل میں جلوہ گر نظر آتے ہیں... وہ نذرِ آتش کیے گئے۔ معلوم نہیں ان کی مرضی کیا تھی...
>
> پروفیسر محمد اسلم نے ایک خط میں مجھے لکھا ہے کہ ''مالک رام کا معاملہ اب اللہ کے ساتھ ہے۔ اس نے سورۂ توبہ میں فرمایا ہے کہ مکے میں ایسے

مسلمان بھی موجود ہیں جنھیں آپ نہیں جانتے (یعنی انھوں نے اعلانیہ اسلام قبول نہیں کیا)۔

''اسلامیات'' میں چھ مضامین ہیں۔ مالک رام پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۰۴ء کے قریب ماہرالقادری کے کہنے پر مضمون ''رحمۃ اللعالمین کا سلوک دشمنوں کے ساتھ'' لکھ کر ان کے رسالہ ''فاران'' کراچی کے لیے بھیجا لیکن اس شرط پر کہ مصنف کی حیثیت سے ان کا نام نہ آئے۔ ماہرالقادری نے اسے ''ناتھ رام'' کے نام سے چھاپ دیا۔ ''اسلامیات'' میں یہ مضمون ''خُلقِ عظیم'' کے عنوان سے ہے۔ اس کے بعد دو اور مضمون ''فاران'' اور ''تجلّی، دیوبند'' میں ناتھ رام کے نام سے چھپے۔ ان تین مضامین کے علاوہ اور کوئی مضمون ناتھ رام کے قلمی نام سے نہیں چھپا۔

کتاب ''اسلامیات'' میں وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں اسلام ہی بہترین مذہب ہے...اپنے مضمون ''عورت: مذاہبِ عالم میں'' میں انھوں نے دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اسلام کے تصورِ ازدواج، طلاق کے طریقوں، مہر اور تقسیمِ وراثت کو سراہا ہے اور یہودیت، مسیحیت اور ہندوئیت کے مقابلے میں اس کی فضیلت بیان کی ہے۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد مجھے ۱۶ر دسمبر ۱۹۹۳ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:

> پاکستان کے رسالے میں جس کے مدیر ماہرالقادری تھے، ناتھ رام کے نام سے مضامین چھپوانے کی وجہ مالک رام نے بتائی تھی کہ وہ اس وقت حکومتِ ہند کے ملازم تھے اور وزارتِ خارجہ سے متعلق... بعد کو اس تکلّف کی ضرورت نہ رہی اور وہ اپنے نام سے مضامین شائع کرتے رہے۔
>
> یہ بات میں نے آپ کو اس لیے لکھ دی کہ اسے آپ ان کی بزدلی پر محمول نہ کریں۔

میں مختارالدین صاحب کی تاویل کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان مذہبی مضامین کے مالک رام کے نام سے چھپنے پر حکومتِ ہند کے محکمۂ خارجہ کو کیوں اعتراض ہوتا۔ ''رحمۃ اللعالمین کا سلوک دشمنوں کے ساتھ'' میں ایسا کیا ہے جس پر حکومت ناراض ہوتی۔ مالک رام اپنے عقیدے کے مطابق اسلام کی توصیف کرتے ہیں، لیکن اپنا نام دینے کی اخلاقی جرأت نہیں رکھتے۔ یہ مصلحت کوشی میری فہم سے بالاتر ہے۔

ادھر پھلت ضلع مظفرنگر یوپی سے نکلنے والے ایک ماہنامہ ''ارمغان'' بابت دسمبر ۱۹۹۳ء میں کسی صاحب کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے... یہ مبیّنہ طور پر مالک رام صاحب نے ان صاحب کو

اپنی وفات سے پانچ دن قبل ۱۳؍اپریل کو لکھا۔ معلوم ہوتا ہے مکتوب الیہ نے مالک رام صاحب کو ہدایت و تلقین پر مشتمل کوئی خط لکھا تھا جسے پڑھنے کے بعد مالک رام نے حافظ اقبال امینی کو بلا کر یہ خط لکھوایا۔ وہ ان کو اور حافظ اقبال امینی کو گواہ بنا کر اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ خط کے آخر میں اپنا نام یوں لکھتے ہیں: ''والسّلام مع الاکرام، خاکسار عبدالمالک، مالک رام۔''

لیجیے صاحب انتقال کے نو مہینے بعد مالک رام کو ایک اسلامی نام بھی مل گیا۔ یاد رہے کہ مالک رام صاحب کے لڑکوں کے نام آفتاب اور سلمان ہیں۔ ایک لڑکی کا نام بشریٰ ہے۔ ایک بار میں نے ان کے یہاں ان کی پانچ چھ سالہ نواسی کو دیکھا۔ انھوں نے بتایا کہ اس کا نام مہرالنسا ہے۔ ظاہراً یہ چاروں نام اسلامی ہیں، لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ محض عربی فارسی الفاظ پر مشتمل ہیں۔ ان میں کوئی اسلامی مذہبی جزو نہیں۔ عبدالمالک میں بھی نہیں۔

کئی اہل الرائے حضرات کو اس خط کے اصلی ہونے میں شبہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ انھوں نے کبھی مالک رام صاحب کے پاس مکتوب الیہ اور حافظ اقبال امینی کو نہیں دیکھا۔ دوسرے یہ کہ اس خط کے آخر میں مالک رام لکھتے ہیں: ''والسّلام مع الاکرام'' جب کہ وہ اپنے خطوں میں بالالتزام ''والسّلام والاکرام'' لکھتے ہیں، کبھی ''مع الاکرام'' نہیں لکھا۔ مجھے اس میں ایک اور جھول نظر آیا۔ لکھتے ہیں:

> آج کل میں اسپتال پہنچا۔ اپنے کرم فرما حافظ اقبال امینی جو ایک بھولے بھالے اور مخلص مسلمان ہیں، کو بلوا کر انھیں سے یہ خط اسپتال میں تحریر کرا رہا ہوں۔

پہلا جملہ چست نہیں۔ دوسرے جملے میں جار اور مجرور میں اتنا فاصلہ کر دینا کسی پختہ ادیب سے ممکن نہیں۔ لکھنا چاہیے تھا ''اپنے کرم فرما حافظ اقبال امینی کو بلوا کر، جو ایک بھولے بھالے اور مخلص مسلمان ہیں، انھیں سے یہ خط اسپتال میں تحریر کرا رہا ہوں۔'' ڈاکٹر مختار الدین احمد اپنے ۱۶؍دسمبر ۱۹۹۳ء کے خط میں مجھے لکھتے ہیں:

> مالک رام صاحب کی طرف منسوب خط کا عکس مجھے بھیجا گیا تھا۔ میں ان دونوں حضرات سے واقف نہیں۔ نہ کبھی مالک رام کے یہاں انھیں دیکھا نہ کبھی اُن سے اِن کا ذکر سنا، لیکن ظاہر ہے کہ میں ان کے سارے ملنے والوں سے واقفیت کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ خط کی زبان کچھ عجیب اور اکھڑی اکھڑی سی ہے، لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خط انھوں نے

علالت کی حالت میں وفات سے کچھ دن پہلے املا کروایا تھا...غرض قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے، جب تک ان دونوں اصحاب کے بارے میں مکمل اطلاعات اور مالک رام جی سے ان کے تعلقات کی نوعیت کا علم نہ ہو۔ اس خط کو اصلی ماننے میں قباحت یہ ہے کہ اگر اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں انھوں نے یہ خط مکتوب الیہ کو لکھا یا لکھوایا تو اس واقعے کی اطلاع، آخر عمر ہی میں سہی، اپنے اعزّہ اور احباب کو کیوں نہیں دی۔

آپ نے خط میں مسز مالک رام کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے ایک دلچسپ بات ازخود بتائی کہ وہ آخر زمانے میں گیتا کا مطالعہ بہت ذوق و شوق سے کرنے لگے تھے۔ یہ میرے لیے نئی اطلاع تھی، اس لیے کہ اپنے پینتالیس سالہ تعلقات میں، میں نے کبھی انھیں گیتا پڑھتے دیکھا نہ ان سے اس کا ذکر سنا، نہ ان کے پاس اس کا کوئی نسخہ دیکھا....

میں ''اسلامیات'' کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ میں ان نتائج پر پہنچا ہوں۔

۱۔ میرے علم کی حد تک مالک رام نے اپنی زندگی میں کبھی ہندو ہونے سے انکار اور مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کیا۔

۲۔ اگر انھوں نے باضابطہ تبدیلِ مذہب کی ہوتی تو ان کا ازدواج فوراً فسخ ہوجاتا۔

۳۔ لیکن ''اسلامیات'' کے مضامین کو پڑھ کر یہ ماننا پڑے گا کہ ان کے نزدیک اسلام نہ صرف بہترین مذہب ہے بلکہ یہی سب سے سچا مذہب ہے یعنی وہ دل سے مسلمان تھے، لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے باقاعدہ تبدیلِ مذہب نہیں کی۔

۱۳۔ مالک رام کے فرزند آفتاب بویجا کے خطوط

رسالہ ''ارمغان'' دسمبر ۹۳ء میں مالک رام کا مبیّنہ خط چھپنے کے بعد میں نے مسز مالک رام کو لکھ کر صحیح صورتِ حال دریافت کی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی انھیں خط نہیں لکھا تھا۔ ان کی جانب سے ان کے لڑکے آفتاب بویجا نے ۲۸ر دسمبر ۹۳ء کو دلّی سے جواب بھیجا۔ بدقسمتی سے یہ ڈاک میں تلف ہوگیا۔ میں یہ سمجھا کہ مسز مالک رام اس موضوع پر کچھ لکھنا نہیں چاہتیں۔ آفتاب انگلستان میں رہتے ہیں۔ انھوں نے مجھے وہاں سے تین خطوط ۲۱ر مارچ ۹۴ء، ۹ر مئی ۹۴ء اور ۸ر جون ۹۴ء کو لکھے۔ ۹ر مئی کے خط کے ساتھ اپنے ۲۸ر دسمبر ۹۳ء کے خط کا عکس نیز پھلت کے

خطوں کے عکس بھیجے ہیں۔ آفتاب کے چاروں خط بہت اہم ہیں۔ ان کے ضروری حصے یہ ہیں:

۲۸ر دسمبر ۱۹۹۳ء کا خط:

یہ خط میں اپنی والدہ کی طرف سے لکھا رہا ہوں، جس میں آپ نے موت سے فوراً قبل میرے والد کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں لکھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ اردو پریس میں کس قسم کا کچرا لکھا جا رہا ہے۔ میں کچھ خطوں کے عکس بھیج رہا ہوں جو بالکل مہمل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے جمعیۃ الامام کی طرف سے ۲۱ر مارچ ۹۳ء کو خط لکھا اس کا اس سب معاملے سے کچھ تعلق ہے۔

میرے والد جیسے پیدا ہوئے تھے، ویسے ہی فوت ہوئے۔ گو اس گھرانے میں مذہب کے بارے میں کوئی بحث نہیں کی جاتی تھی، لیکن تمام مذہبی رسوم آریہ سماج کے مطابق کی جاتی تھیں۔ میرے والد اپنی جوانی میں لاہور میں آریہ سماج تحریک کے فعال رکن تھے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد کے انتقال کی رات چار نامعلوم اشخاص نے میرے والد کی خاکستر شمشان سے چرانی چاہی، لیکن وہاں کے خادم کو شبہ ہوگیا اور اس نے انھیں یہ نہ لینے دی۔

۲۱ر مارچ ۹۴ء کا خط

مجھے خوشی ہے کہ اردو دنیا میں کم از کم ایک شخص ہے جسے ساری حقیقت معلوم ہے گو دوسرے لوگ یہی اصرار کریں گے کہ اصلیت اس سے مختلف ہے۔

۹ر مئی ۹۴ء کا خط

میں نے نوٹ کیا کہ آپ کو میرا پہلا خط نہیں ملا تھا۔ میرے پاس اس کا اور تمام تعلیقات کا عکس ہے، وہ میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔

کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ ہمارے گھر والوں نے میرے والد کے انتقال سے فوراً پہلے کسی مسلمان کو ان سے نہیں ملنے دیا۔ اس سلسلے میں، میں صرف اتنا کہوں گا کہ ان کے آخری دنوں میں صرف گھرانے کے افراد اور قریبی اعزّہ ان کے بستر کے پاس موجود رہتے تھے۔ چوں کہ

گھرانے میں کوئی مسلمان نہیں ہے، اس لیے مسلمانوں کو آنے کی اجازت نہ دینے کی بات لغو ہے۔ میرے والد نے کبھی دفن ہونے کی خواہش نہیں کی، اگر انھوں نے ایسا کہا ہوتا تو ہم ضرور ان کی خواہش پوری کرتے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ کئی سال سے بیمار رہتے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ ہر بار جب اسپتال میں جاتے ہیں تو ممکن ہے زندہ واپس نہ آئیں۔ پس اس طرح آخری ایام میں کسی مسلمان کو بلا کر اپنی خواہش کی ترسیل کا سوال ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ آخری دنوں میں وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنا چاہتے تھے، اردو کے ادیبوں کے ساتھ نہیں۔

ان کے نذرِ آتش کیے جانے کی شب کو چار شخصوں نے ان کی خاکستر چرانے کی کوشش کی تھی۔ میری والدہ نے اگلے دن قیاساً چار مسلمان مقربین کو فون کر کے کہا کہ اگر وہ خاکستر چاہتے تھے تو ان سے (والدہ سے) کہتے، وہ بہ خوشی انھیں راکھ لے جانے دیتیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان چاروں حضرات کو اس چوری کا مرتکب مانتی تھیں۔ میرے والد آخری لمحے تک اپنے ذہنی قویٰ پر پوری طرح قابو رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی اسلام کو اختیار کرنے کی بات نہیں کہی۔ انھوں نے ٹیلی وژن پر ایک انٹرویو دیا۔ اس میں ان کے مذہبی عقائد کے بارے میں پوچھا گیا۔ انھوں نے وہی جواب دیا جو سیکولرزم میں عقیدہ رکھنے والا کوئی شخص دیتا۔ میرے والد سب کی ملکیت تھے، ہندو، مسلم، جین، سکھ، عیسائی، بودھ، دہریے، ملحد۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اسی طرح مرنا پسند کیا جیسے وہ پیدا ہوئے تھے...

میرے والد ۱۶/ اپریل کو صبح تین بجے مرے۔ چار شخصوں نے ۱۶/اپریل کی شب ہی کو خاکستر لینی چاہی۔ ظاہر ہے وہ لوگ پھونکے جانے کی رسوم سے واقفیت نہیں رکھتے تھے ورنہ رات میں اتنی دیر میں خاکستر نہ مانگتے۔

خط ختم ہوا۔ ہندوؤں میں رواج ہے کہ لاش کو پھونکنے کے بعد اس کی خاکستر دو تین

دن بعد صرف صبح کے وقت اکٹھا کی جاتی ہے، رات میں کبھی نہیں۔

۷؍جون ۱۹۹۴ء کا خط

بشریٰ کو یہ نام دیے جانے کی جو وجہ بیان کی جاتی ہے، اس میں کچھ سچ ہوسکتا ہے، لیکن بقیہ سب محض قیاس ہے۔ والد صاحب نے کہا تھا کہ ان ناموں میں ایک تسلسل ہے اور اُوشا: تڑکا (دراصل شفق) سے ارونا: سورج کی شعاعوں سے آفتاب تک ہم بشریٰ جیسے نام کو قبول کرسکتے ہیں۔ سلمان دوسری جنگِ عظیم کے ختم ہونے پر پیدا ہوا تھا، سلمان کے معنی ہیں امن، عبرانی شالوم: امن سے۔ اگر اتفاق سے ہمارے مسلم نام ہیں تو ان کے معنی یہ نہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اوشا کی دو لڑکیوں کو بشریٰ اور زکی کہہ کر پکارا جاتا ہے اور بشریٰ کی دو لڑکیوں کا نام مہرالنسا اور سمیرہ ہے۔ اس طرح ہمارے گھر میں دو بشریٰ ہیں۔ کیا ان سب کو بھی مسلمان کہا جائے گا!؟

رسالے میں جعل سے بنائے ہوئے دو خطوں میں ایک جملہ مشترک ہے۔ ''کاش آپ سے پہلے ملاقات ہوگئی ہوتی۔''[☆٦] کلیم کے خط میں میرے والد کو عبدالمالک کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ میرے والد کے مبیّنہ خط میں بھی عبدالمالک لکھا ہے۔ یہ مماثلت اتفاقی نہیں ہوسکتی۔

۱۲۔ کمال احمد صدیقی، مضمون ''مرحوم مالک رام کا مذہب''

آصف فیضی اور ان کی بیگم سلطانہ فیضی دونوں مجھے بہت عزیز رکھتے تھے... سلطانہ فیضی نے ایک روز بتایا کہ مالک رام مسلمان ہیں۔ میں نے کہا، ہوں گے۔ شاہ فاروق کے زمانے میں آصف فیضی قاہرہ میں ہندوستان کے سفیر تھے۔ مالک رام سفارت خانے میں کسی شعبے میں تھے۔ بیگم فیضی کی بات کو ہلکے پھلکے طریقے سے یکسر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے مالک رام کے بچوں کے نام بتائے جو ہندوستان میں مسلمانوں جیسے نام ہیں، عرب ملکوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے بھی نام ایسے ہی ہوتے ہیں۔

...مالک رام کی وفات پر میں ان کے یہاں گیا... مالک رام کے جسدِخاکی کو سپردِ آتش کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود قرآن خوانی ہوئی اور اس پر کسی کو، اعزّہ میں سے اعتراض نہیں ہوا تھا...

☆٦۔ یہ جملہ مالک رام صاحب سے منسوب خط اور افریقہ کے اسماعیل میر کے خط میں ہے۔

پچھلے سال دسمبر کے ''ارمغان'' میں ایک تحریر چھپی... اس املا کرائی ہوئی تحریر کے آخر میں ''عبدالمالک، مالک رام'' خود ان کے قلم کے دستخط بتائے جاتے ہیں۔... انھیں (مختارالدین احمد کو) سوادِ خط میں مشابہت اور زبان کچھ اکھڑی اکھڑی لگی اور وہ حافظ اقبال سے واقف نہیں اور نہ کبھی انھوں نے ان کو مالک رام کے یہاں دیکھا... اگر تحریر کے ماہران دستخطوں کو (عبدالمالک اور مالک رام دونوں کو) قطعیت کے ساتھ اصلی یا جعلی نہ بتائیں، کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

رہ گئی یہ بات کہ زبان کچھ اکھڑی اکھڑی ہے، تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ وفات سے چند روز قبل اگر کچھ املا کرایا جائے تو معمول کا اسلوب اس میں یقیناً نہیں ہوسکتا۔ مجھے اس خط کے بارے میں ایک ایسی بات پر شبہ ہے جس کی طرف نہ گیان چند نے اور نہ مختارالدین احمد نے اشارہ کیا... (میرے نام کے ایک خط میں) آخری سطریں یہ ہیں: ''والسلام والاکرام خاکسار مالک رام۔'' ''ارمغان'' میں ''والسلام مع الاکرام'' ہے۔ عموماً دستخط سے پہلے ہر شخص مخصوص فقرہ یا فقرے لکھتا ہے...

(''ہماری زبان'' ۱۸/اپریل ۱۹۹۴ء ص ۱،۶)

مندرجہ بالا اقتباس کے آخر میں کمال احمد صدیقی نے مع الاکرام سے متعلق جو نکتہ دریافت کیا ہے اس کی طرف میں اپنے مضمون میں اشارہ کرچکا ہوں۔

۱۵۔ ضیاء الدین اصلاحی، دارالمصنفین اعظم گڑھ، مراسلہ ''جناب مالک رام کا مذہب''

چوں کہ قرآن مجید نے اس کی تصریح کی ہے کہ ہر ملک و قوم میں نبی کی بعثت ہوئی ہے اس لیے مالک رام صاحب کہتے تھے کہ ہندوستان میں بھی خدا کے پیغمبر آئے اور اللہ نے انھیں اپنا صحیفۂ ہدایت دیا، اس لیے ہندو بھی اہلِ کتاب ہیں۔

لیکن اس سے اور ان تحریروں سے جو اسلام کے بارے میں مالک رام صاحب کے قلم سے نکلی ہیں اور وہ تمام تر اسلامی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں، یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہوگا کہ وہ مسلمان تھے، اسی طرح ان کے کمرے کے آیاتِ قرآنی وغیرہ سے مزیّن ہونے یا بچّوں کے نام مسلمانوں جیسے رکھ لینے کی بنا پر ان کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔

میرے کانوں میں بھی اس کی بھنک پڑی تھی کہ ان کو قادیانی کہا جاتا ہے، اسی لیے کئی بار جی چاہا کہ ان کے دین و مذہب کے بارے میں ان سے براہِ راست دریافت کروں مگر اس کی ہمت نہیں ہوتی تھی، لیکن ان کی وفات سے دو تین برس پہلے ایک دفعہ کچھ اسی طرح کی باتیں ہو رہی تھیں تو میں یہ عرض کر ہی بیٹھا کہ آپ کے عقیدہ و مذہب کے بارے میں عجیب عجیب باتیں

سننے میں آتی ہیں۔ فرمایا، جی ہاں میں بھی سنتا ہوں، کچھ لوگ مجھے قادیانی کہتے ہیں اور بھی باتیں میری نسبت سے کہی جاتی ہیں، خیر لوگ جو بھی کہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے بخش دے گا۔

اس سے یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ وہ قادیانی نہیں تھے۔

(''ہماری زبان'' ۱۸؍اپریل ۹۴ء)

۱۶۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں، مراسلہ ''مالک رام صاحب کے مذہب کے بارے میں ایک اور شہادت''

پانچ چھ برس پہلے کا واقعہ ہے کہ انڈیا انٹرنیشنل سینٹر کے ایک سیمینار میں، وہ اور میں یک جا ہوگئے۔ تقاریر کے درمیانی وقفے میں ہم لوگ باہر نکل کر برآمدے میں آگئے اور باتیں کرنے لگے۔ دورانِ گفتگو (اب یہ یاد نہیں رہا کہ کس سیاق میں) میں نے ان کے ہندو ہونے کا ذکر کیا۔ فوراً اپنے مخصوص انداز میں منھ پھلا کر اور آواز بلند کر کے کہا، ''کون ہندو؟''

اس غیر متوقع جواب پر میں بھونچکا سا رہ گیا۔ میری شہادت مشتبہ رہتی اگر ایک ماہ بعد غالب اکیڈمی میں ان کے جشنِ تہنیت کے موقع پر، اس واقعے کے مزید شاہد نہ پیدا ہوگئے ہوتے۔ اس وقت مالک رام صاحب دیگر معزّزین کے ساتھ شہ نشین پر فروکش تھے۔ میں نے ان کے علم وفضل پر بھرپور تقریر کی۔ تقریر کے آخر میں ان کی شخصیت اور سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اچانک میری زبان پر انڈیا انٹرنیشنل سینٹر کے اس واقعے کا ذکر آ گیا:

''کون ہندو؟''

سن کر سارا ہال سناٹے میں آ گیا۔ میں نے مڑ کر کنکھیوں سے مالک رام صاحب کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا رہے تھے۔

(''ہماری زبان'' ۸؍اپریل ۹۴ء ص ۵)

۱۷۔ سیّد شہاب الدین دسنوی، مراسلہ ''مالک رام اور ان کا مذہب''

جب مالک رام نے اپنی کتاب ''عورت اور اسلام'' کا مسودہ مولانا سید سلیمان ندوی کو ان کی رائے کے لیے بھیجا تو مولانا موصوف ان کی صحتِ بیانی سے اتنے متاثر ہوئے کہ مسودہ مالک رام کو لوٹاتے ہوئے لکھا کہ اگر اس کتاب پر مصنف کا نام ''مالک رام'' کے بجائے ''عبدالمالک'' ہوتا تو کسی کو ذرا بھی شک نہ ہوتا کہ یہ تصنیف کسی غیر مسلم کی ہے۔

(''ہماری زبان'' ۸؍اپریل ۹۴ء ص ۵)

۱۸۔ ڈاکٹر اخلاق اثر، مراسلہ ''مالک رام صاحب کے مذہب کے بارے میں''

مرحوم مالک رام کے اسلام قبول کرنے سے متعلق خط کا عکس پونہ میں چشتی صاحب نے مجھے دکھایا تھا کہ میں نے ان کی آخری رسومات کا ذکر کیا تو چشتی صاحب نے بتایا کہ مالک رام صاحب نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود اس سلسلے میں استفسار کیا تھا جس کے جواب میں ان سے کہا گیا تھا کہ ایمان اور عقیدہ علاحدہ بات ہے اور تدفین رسومات میں شامل ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کسی وجہ سے سپردِ خاک نہ کیا جا سکے تو کوئی بات نہیں۔

(''ہماری زبان'' ۲۲/اپریل ۱۹۹۴ء ص ۵)

۱۹۔ گیان چند، ''مراسلہ مالک رام اور احمدیت''

مالک رام صاحب سے متعلق میرے مضمون کی اشاعت کے بعد مجھے دو خطوط ملے جن میں مالک رام کی احمدیت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اپنے ۲۴/فروری ۱۹۹۴ء کے مکتوب میں ترقیِ اردو بیورو کے شیخ سلیم احمد نے مجھے لکھا کہ ایک بار برکات احمد مرحوم (عرب ممالک میں سابق سفیرِ ہند) کے ساتھ امیرِ جماعتِ قادیان ان کے گھر آئے۔ جب آخرالذکر جانے لگے تو انھوں نے کہا ''مالک رام صاحب کے یہاں جا رہا ہوں۔'' برکات احمد قادیانی تھے۔ شیخ سلیم احمد نے برکات احمد سے پوچھا کہ کیا مالک رام بھی قادیانی ہیں؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

دوسرا خط مورخہ یکم مارچ ۱۹۹۴ء ڈاکٹر تارا چرن رستوگی کا ہے۔ انھوں نے لکھا کہ ۱۹۷۲ء میں یا اس کے بعد کے ایل گوبا (سابق نام کنہیا لال، مسلمان ہونے پر خالد لطیف) دلّی آئے۔ رستوگی ان سے ملے تو گوبا نے کہا، ''ہندو (کذا) میں لچک ہوتی ہے۔ میں ہندو تھا اور ہوں مگر مالک رام ابھی تک قادیانی ہے۔'' رستوگی نے جب مجھے مالک رام کے قادیانی ہونے کی بات لکھی تھی اس کے بعد انھوں نے انجمن احمدیہ قادیان سے رجوع کیا اور وہاں سے بھی تصدیق ہوگئی۔

میں نے ''ارمغانِ مالک'' میں مالک رام کی سوانح کو بہ نظر غور پڑھا۔ ۱۹۳۶ء سے کچھ پہلے مالک رام قادیان گئے اور احمدیوں کے خلیفہ جناب مرزا بشیرالدین محمود سے ملاقات کی۔ وہیں چودھری محمد ظفراللہ خاں سے ان کا تعارف ہوا اور ظفراللہ خاں ان کی وسعتِ نظر کے گرویدہ ہوگئے۔ ۱۹۳۶ء میں وہ ظفراللہ خاں کی دعوت پر شملہ گئے اور انھیں کے مہمان رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ظفراللہ خاں حکومتِ ہند کے کامرس اور ریلوے کے ممبر تھے۔ مالک رام نے انھیں خط لکھ کر کسی مناسب ملازمت کی درخواست کی۔ ظفراللہ خاں نے انھیں حکومتِ ہند کی مصر کی اسامی پر

مقرر کر دیا۔

ظفر اللہ خاں قادیانی تھے۔ کیا وہ مالک رام کی اس لیے سرپرستی کرتے تھے کہ ان کی رائے میں مالک رام قادیانی تھے؟

(''ہماری زبان'' ۲۲/اپریل ۱۹۹۴ء)

۲۰۔ ڈاکٹر تارا چرن رستوگی، مراسلہ ''مالک رام مرحوم (؟) کا مذہب''

۲۹/اکتوبر سے ۳/نومبر ۱۹۷۷ء میں ''اقبال صد سالہ جشن سیمینار'' کے دوران غالب اکیڈمی میں پروفیسر یوسف علی خاں (کذا) مرحوم نے غالب پر مخاطبہ پیش کیا تھا بہ عنوان ''غالب کی حرکیاتی جمالیات''۔ صدارت کے فرائض پروفیسر این میری شمل انجام دے رہی تھیں۔ مخاطبے میں جو بہت طول طویل تھا، حرکیاتی جمالیات اور جمالیاتی حرکیات دونوں بُری طرح غتربود ہوگئے تھے۔ میں نے جناب ذہین نحوی کے توسّط سے اپنا اعتراض لکھ کر خاں صاحب کو پیش کر دیا، جس کا جواب موصوف نے نہیں دیا۔ اجلاس کے بعد جناب مالک رام نے جو میرے پاس ہی تشریف فرما تھے، دریافت کیا کہ پرچے میں آپ نے کیا لکھا؟ میں نے اپنا اعتراض مالک رام صاحب کو بتانے کے بعد ان کی رائے دریافت کی۔ فرمایا کہ ''آخر سنّی ہیں نا'' میں کچھ نہ سمجھا مگر وضاحت طلب نہیں کی۔ مسعود حسین خاں صاحب کے مراسلے میں ''کون ہندو؟'' کے دلچسپ ذکر سے ''آخر سنّی ہیں نا'' کی جانب میرا دماغ جست لگا گیا۔

دوم۔ ایوانِ غالب میں نومبر ۱۹۸۹ء غالب اور نشاۃ الثانیہ، محفلِ مذاکرہ کے ایک اجلاس کی صدارت مالک رام صاحب نے کی تھی۔ اجلاس کے بعد میں نے خالد لطیف گابا (سابق کنہیالال گابا) سے متعلق اپنی گفتگو کی جانب آپ کی توجہ منعطف کرائی۔ فرمانے لگے: ''گابا تو 'ملحد تھے ہی' اقبال کا بڑا لڑکا ایوب خاں کے عہد میں اپنے مذہبی خیالات میں خیانت کر گیا۔'' میں نے دریافت کیا کہ کیا آفتاب اقبال لامذہب ہوگیا؟ ''نہیں، میرا یہ مطلب نہیں ہے، پہلے وہ قادیانی تھا، بعدازاں سنّی ہوگیا۔''

(''ہماری زبان'' ۲۲/مئی ۱۹۹۴ء ص ۵)

۲۱۔ پروفیسر مختار الدین احمد، مضمون ''مالک رام: کچھ ذاتی تاثرات''

میں نے ایک بار انھیں لکھا کہ میرے کام وقت پر نہیں ہوتے۔ سیمینار کا مقالہ آخری رات لکھتا ہوں اور ریڈیو کی تقریر کا کچھ حصے ٹرین پر اور کچھ نشرگاہ پہنچ کر مکمل کرتا ہوں۔ بہت،

سے کام یا تو ہوتے نہیں یا ادھورے رہ جاتے ہیں، کوئی ترکیب بتائیے۔ جواب حسبِ معمول فوراً آیا۔ انھوں نے لکھا، آپ کے مرض کا علاج میں بتا دیتا ہوں، کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔ آپ نمازیں پابندی سے وقت پر پڑھیں اور زیادہ بہتر ہے اگر پانچوں وقت کی نمازیں مسجد جا کر باجماعت ادا کریں۔ میں حیران ہوا کہ یہ مشورہ مالک رام دے رہے ہیں یا بہار کے مشہور محقق اور اہل حدیث عالم، مولانا عبدالمالک آروی۔

(''آج کل''، گوشۂ مالک رام، اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۴)

۲۲۔ ایم حبیب خاں، مضمون ''پیدا کہاں ایسے پراگندہ طبع لوگ''

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مارچ ۱۹۸۹ء میں جدہ سے جمیل الدین عالی سیمینار کا دعوت نامہ مجھے ملا تو شام کو خوش خبری سنانے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سیمینار میں شرکت کا ذکر کیا تو بہت خوش ہوئے اور یہ مشورہ بھی دیا کہ میں اپنے ساتھ اپنی بیوی کو بھی لے جاؤں اور دونوں عمرہ کرتے آئیں۔ یہ اچھا موقع ہے اور ایسے موقعے بار بار نہیں آتے۔ میں نے کہا، آپ بجا فرماتے ہیں۔ میرا ٹکٹ تو وہاں سے آجائے گا۔ اہلیہ کے لیے معقول رقم درکار ہوگی جو میرے پاس نہیں ہے۔ کہنے لگے، اس کے لیے فکر کرنے کی ضرورت نہیں، جتنے روپے چاہییں، میں دوں گا، لیکن اہلیہ کو اپنے ساتھ ضرور لے جائیں۔ چناں چہ مجھے بیس ہزار روپے دیے جو میں نے واپس آکر پانچ قسطوں میں ادا کر دیے۔ اتنی بڑی رقم بغیر کسی تحریر کے دینا آسان کام نہیں۔ جب بھی مجھے رقم قرض دی، گھر کے کسی فرد کے سامنے نہیں دی... جدہ سیمینار میں روانہ ہونے سے ایک دن پہلے مدینہ منورہ اور مکہ شریف کی زیارت کے لیے خاص خاص ہدایتیں ایسے کیں جیسے سب کچھ پہلے وہ دیکھ چکے ہوں۔

(''آج کل'' اپریل ۹۴ء ص ۲۶)

۲۳۔ بشیر ساجد لاہور، مراسلہ

۱۹۴۲ء میں راقم دہلی میں تھا۔ وہاں ایک صاحب فضل محمد خاں (جالندھری) سے گاہے گاہے ملاقات ہوجاتی تھی... فضل محمد خاں نے بڑے وثوق سے کہا کہ مالک رام مسلمان ہوچکے تھے، لیکن اپنی خاندانی مصلحتوں کے پیشِ نظر اپنے اسلام کو پردۂ اخفا میں رکھے ہوئے تھے کیوں کہ ان کے والدین اور دوسرے رشتے دار ہندو تھے... بعض آثار و قرائن بھی فضل محمد خاں جالندھری کے مالک رام کے اسلام کے متعلق دعوے کی تصدیق کرتے ہیں، مثلاً:

"نقوش" کے شخصیات نمبر۲ میں مختارالدین احمد آرزو صاحب نے مالک رام پر مضمون لکھا

ہے، اس میں ان کے صاحب زادے کا نام اقبال اور بیٹی کا نام بشریٰ بتایا ہے۔ وجہ پوچھنے پر مالک رام نے کہا کہ انھوں نے کسی مسلمان بزرگ کے ملفوظات میں پڑھا تھا کہ جس شخص کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں وہ آخری بیٹی کا نام بشریٰ رکھ دے تو ان شاء اللہ اگلی دفعہ بیٹا پیدا ہوگا۔ چناں چہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ تب بیٹا ہوا جس کا نام انھوں نے اقبال☆۷ رکھا۔

ممکن ہے ۱۹۴۷ء کے بعد بھارت کی آزادی، ہندو غلبہ اور مسلمانوں کے خلاف عداوت اور تشدّد وتعصّب کی وجہ سے مالک رام نے آخری دم تک اپنے اسلام کو چھپانے ہی میں مصلحت سمجھی ہو۔ آخری بات فضل محمد خاں جالندھری کے بارے میں بھی کہہ دوں۔ یہ صاحب کٹر قادیانی تھے اور دہلی کی قادیانی جماعت کے پروپیگنڈا سیکرٹری اور مبلّغ بھی تھے۔

(''ماہنامہ سیّارہ'' لاہور، اشاعت خاص، سالنامہ، فروری ۱۹۹۴ء ص ۶۵۔۳۶۴)

۲۴۔ سہیل شوق، مراسلہ ''مالک رام قادیانی تھے؟ 'الفضل' کا انکشاف''

جناب مالک رام ایک مخلص احمدی تھے۔ اگرچہ انھوں نے عمر بھر اپنی احمدیت کا باضابطہ اعلان نہیں کیا، لیکن ان کو جاننے والے اس بات سے باخبر تھے کہ وہ ایک راسخ العقیدہ احمدی ہیں...

استاذی المکرّم محترم پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پروازی صاحب نے خاکسار راقم الحروف کو ایک بار بتایا کہ ان کو ایک بار ایک ادبی کانفرنس کے سلسلے میں ہندوستان جانے کا اتفاق ہوا... جناب مالک رام سے بھی ملاقات ہوئی۔ مالک رام صاحب کو جب پتا چلا کہ ڈاکٹر پروازی صاحب احمدی ہیں تو وہ احمدیت کی محبت میں اُن کو اُن کے ہوٹل سے اپنے گھر لے گئے... اس قیام کی جو خاص بات محترم پروازی صاحب نے بتائی وہ یہ تھی کہ مالک رام صاحب نے خوب خوب نمازیں مجھے پڑھائیں۔

جناب مالک رام سے ہمارے ادارے ''الفضل'' کے شعبۂ ادارت کے ایک رکن مکرم سیّد ظہور احمد شاہ صاحب کی بھی قاہرہ میں ملاقات ہوئی۔ سیّد ظہور احمد شاہ نے بتایا کہ ۱۹۴۲ء میں، میں... بہ طور کلیریکل حوالدار متعین تھا... ایک احمدی کلرک سے میری دوستی ہوگئی... اس احمدی کلرک کا رابطہ کسی طرح مالک رام صاحب سے ہوگیا۔ جناب مالک رام ان دنوں ہندوستانی سفارت خانے میں ٹریڈ کمشنر کے طور پر قاہرہ میں متعیّن تھے۔ ایک دن ایک احمدی کلرک مجھے کہنے لگے کہ آؤ آج جمعہ پڑھنے چلتے ہیں۔ یہ مجھے مالک رام کے گھر لے گئے... جناب مالک رام نے

☆۷۔ یہ صحیح نہیں۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام آفتاب ہے۔

یہ دیکھ کر کہ وہ احمدی بھائی ان کے پاس آئے ہیں، ہماری بڑی آؤ بھگت کی اور دوپہر کا شان دار کھانا بھی ہمیں کھلایا۔ جمعے کا وقت ہوا تو ۱۰،۱۲ اور احمدی فوجی بھی جو اس فوجی کیمپ میں تھے، آگئے۔ جمعہ پڑھنے کا وقت ہوا تو جناب مالک رام نے کمرے کی کنڈی چڑھا لی۔ ہم ان کی اس حرکت پر بڑے حیران ہوئے کہ اس احتیاط کی کیا وجہ ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ میری بوڑھی والدہ بھی میرے ساتھ ہیں اور میں نے اپنی والدہ کی خاطر احمدیت کا اظہار نہیں کیا کیوں کہ اگر ان کو میرے احمدی ہونے کا علم ہوگیا تو انھیں شدید دکھ ہوگا اور خطرہ ہے کہ وہ اس غم کو برداشت نہ کرپائیں گی۔ انھوں نے بتایا کہ میری بیوی کو اس بات کا علم ہے، اگرچہ وہ خود احمدی نہیں ہے۔ مالک رام صاحب نے بتایا کہ انھوں نے اپنے بچوں کے نام بھی (احمدیوں) والے رکھے ہیں۔☆۸ میری والدہ نے جب مجھ سے پوچھا کہ ان کے نام (احمدیوں) جیسے کیوں رکھے ہیں تو میں نے یہ بہانہ بنایا کہ چوں کہ ہم مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہیں اس لیے مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے نام بھی ایسے ہی رکھے جائیں۔

جناب مالک رام نے قبولِ احمدیت کے بارے میں بتایا کہ میں ہندو اخبارات ''ملاپ''، ''پرتاپ'' کے نمائندے کے طور پر سالانہ جلسے کے موقعے پر لاہور سے قادیان جایا کرتا تھا۔ وہاں میری ملاقات حضرت محمد چودھری ظفراللہ خاں صاحب سے ہوگئی، جنھوں نے میرے ساتھ نہایت محبت کا سلوک کیا، مجھے اپنے گھر بلاتے رہے اور احمدیت کے بارے میں بتاتے رہے، حتیٰ کہ میں احمدی ہوگیا مگر میں نے احمدیت کا اعلان نہیں کیا...

ایک احمدی کے ذریعے دینی لٹریچر کے مطالعے کے بعد جناب مالک رام کو احمدیت سے شناسائی اغلباً پہلے ہی ہوچکی ہوگی... چناں چہ جب ان کی ملاقات قادیان میں حضرت چودھری ظفراللہ خاں جیسی علم پرور ہستی سے ہوئی تو رہی سہی کسر بھی پوری ہوگئی اور موصوف احمدیت کے حلقے میں آگئے۔

(اخبار ''الفضل''، ربوہ ۳ر اکتوبر ۱۹۹۳ء بہ حوالہ ''سیّارہ'' لاہور، فروری ۱۹۹۴ء، ص ۹۲-۳۹۰)

۲۵۔ جمیل الدین عالی، مضمون ''ہمارے مالک رام صاحب''

یہ ہمیشہ ایک معما رہا ہے کہ مالک رام صاحب کو اسلام سے اتنا شغف کیوں تھا؟ ان کی زندگی میں شبہ یہ کیا جاتا تھا کہ دل سے مسلمان ہیں، بھارتی حالات کے سبب کھل کر ظاہر نہیں

☆۸۔ دونوں احمدیوں قوسین میں لکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں ''مسلمانوں'' ہونا چاہیے۔ مالک رام کی والدہ ان ناموں کو احمدیوں سے کیوں کر مخصوص کرسکتی تھیں!؟

کرتے۔ ایک افواہ یہ تھی کہ قادیانی ہیں اس لیے ظاہر نہیں کرتے حالاں کہ قادیانی چند برس سے پاکستان میں تو احتیاط کرسکتے ہیں، بھارت میں کریں بھی تو کیوں کریں... بہرحال مسلمان مانے جانے کے لیے اعلانِ اسلام ضروری کہا جاتا ہے وہ انھوں نے نہیں کیا۔ میں نے ان چند ملاقاتوں کے بعد ایک مرتبہ ادباً پوچھا تو ٹال گئے...اب جاننا چاہا کہ آخری رسوم کیسے ادا ہوئیں تو بتایا گیا کہ ارتھی جلائی گئی۔

("جنگ" کراچی ۲۸ رمئی ۱۹۹۳ء بہ حوالہ "قومی زبان"، کراچی، مالک رام نمبر، اپریل ۱۹۹۴ء ص ۱۲)

۲۶۔ اسلوب احمد انصاری، مضمون "حرفے چند"

اپنے منصفانہ اور معروضی رویّے کی روشنی میں قرآن اور احادیثِ نبوی کے بحرِ ذخّار میں غوّاصی کرنے کے بعد اور بے لاگ تقابلی مطالعے کی بنیاد پر مالک رام صاحب نے اسلامی شریعت کو ہر لحاظ سے قابلِ ترجیح قرار دیا ہے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ انھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا ہے کہ ہم چاہے زبان سے اس امر کا اقرار و اعتراف نہ کریں، لیکن دراصل ذہنی ارتقا کا ہر قدم اسی منزلِ مقصود کی طرف لاشعوری طور سے جادہ پیما ہے جس کی نشان دہی اسلام نے آغازِ کار میں کی تھی۔

("نقد و نظر" علی گڑھ بہ حوالہ "قومی زبان" اپریل ۹۴ء ص ۴۶)

۲۷۔ پروفیسر محمد اسلم، مضمون "ذکرِ مالک رام"

ایک بار مالک رام صاحب کسی کانفرنس میں شرکت کے لیے کابل گئے ہوئے تھے۔ وہاں دو تین مسلمانوں نے ان سے کہا کہ کہیں وہ درپردہ مسلمان تو نہیں ہوگئے؟ انھوں نے فوراً جواب دیا کہ اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو انھیں اس پر کیا اعتراض ہے؟

مالک رام صاحب کے گھر میں آیت الکرسی اور قرآنی آیات کے قطعات آویزاں تھے۔ جناب خالد شمس الحسن نے ایک وڈیو کیسٹ تیار کی ہے جس میں ان قطعات کی بھی عکاسی ہے۔ ان کے ڈرائنگ روم کا ماحول خالصتاً اسلامی تھا اور اس میں ہندو معاشرے کی کوئی معمولی سی بھی جھلک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ جو مسلمان انھیں ملنے آتے تھے ان کے لیے جاے نماز بھی رکھی ہوتی تھی۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کا معاملہ خداے عظیم و برتر کے ساتھ ہے۔ قرآنِ حکیم کی سورۂ الفتح کی پچیسویں آیت میں یہ ارشاد ہوا کہ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں موجود ہیں، جنھیں تم نہیں جانتے یعنی ان کے ایمان کا صرف خدا کو علم ہے۔ شاید مالک رام بھی

اسی زمرے میں شامل ہوں...

مالک رام صاحب کی یہ بڑی خواہش تھی کہ ان کی نعش ہندوؤں کے طریقے کے مطابق جلانے کی بجائے مسلمانوں کے شعار کے مطابق بستی حضرت نظام الدین میں دفن کی جائے اور اگر وہاں کسی وجہ سے قبر کے لیے جگہ نہ مل سکے تو پھر جامعہ ملّیہ دہلی کے قبرستان میں سپردِ خاک کی جائے۔ انھوں نے اپنی وفات سے دو تین روز قبل اپنے اہلِ خانہ سے کہا کہ وہ دہلی کے فلاں فلاں مسلمان کو بلا لائیں۔ شاید وہ ان کے سامنے اپنی اسی وصیّت کا اظہار کرنا چاہتے تھے، لیکن اہلِ خانہ نے ان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ ان کا یہ خیال ہوگا کہ کہیں ان مسلمان عمائدین کے سامنے وہ اسلام لانے کا اظہار نہ کر دیں اور پھر تدفین کے بارے میں وصیت کر جائیں۔ اگر ایسا ہوجاتا تو ان کے لواحقین اپنے ہندو رشتے داروں کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ چناں چہ مالک رام صاحب کی خواہش کے برعکس ان کی نعش نئی دہلی کے برقی قوت سے چلنے والے شمشان میں سپردِ آتش کی گئی۔

(''قومی زبان'' اپریل ۹۴ء، ص ۶۲۔۶۰)

پروفیسر اسلم نے آخری پیراگراف میں دی ہوئی معلومات کا ماخذ ظاہر نہیں کیا۔ اس سلسلے میں مالک رام کے فرزند آفتاب بوبچا کا خط مورخہ ۹ رمئی ۹۴ء میرے نام ملاحظہ ہو جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ان کے والد نے کبھی دفن کیے جانے کی خواہش نہیں کی۔ اگر انھوں نے ایسا کہا ہوتا تو ہم ضرور ان کی یہ خواہش پوری کرتے۔

۲۸۔ سید معین الرحمٰن، مضمون ''سچ تو یہ ہے سب کا مالک رام ہے''

انھوں نے کہیں لکھا ہے کہ یہ حدیثِ مبارکہ نظر سے گزری کہ اگر بیٹی کا نام بشریٰ رکھا جائے تو پھر اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بیٹے کی بشارت سمجھنا چاہیے۔ دو بیٹیوں کی ولادت کے بعد انھوں نے تیسری کا نام بشریٰ رکھا اور اس کے بعد اللہ نے انھیں اولادِ نرینہ سے نوازا۔

(''قومی زبان'' اپریل ۹۴ء ص ۷۶)

۲۹۔ ڈاکٹر انور سدید، مضمون ''مالک رام کے نام، کام اور ادبی مقام کو دوام حاصل ہے''

ریاض مجید دہلی سے لوٹے تو میں نے پوچھا کس کس ادیب سے مل کر آپ کو سچی خوشی ہوئی؟ ریاض مجید نے بلا تامل جواب دیا، پنڈت مالک رام سے،... ہم سبھی ان کے دولت خانے پر سلام روستائی کے لیے حاضر ہوئے... فرمانے لگے، ''بشریٰ میری بیٹی کا نام ہے۔'' وضاحت فرمائی

کہ اُوشا اور ارونا کے بعد جب میری تیسری بیٹی پیدا ہوئی تو میں اسکندریہ (مصر) میں متعیّن تھا، دل میں بیٹے کی آرزو تھی۔ کسی نے بتایا کہ بیٹی کا نام اگر بشریٰ رکھا جائے تو حق تعالیٰ بیٹا عطا کرتا ہے۔ مالک رام صاحب کی یہ آرزو پوری ہوئی، ان کے ہاں بشریٰ کے بعد دو بیٹے پیدا ہوئے۔

ریاض مجید نے ان کے گھر میں جس مشرقی تہذیب کا جلوہ دیکھا، اس کی اساس پر کہنے لگے کہ مالک رام مجھے تو اندر سے مسلمان نظر آتے ہیں۔

(''قومی زبان'' اپریل ۹۴ء ص ۸۰۔۷۹)

۳۰۔ مسعود احمد برکاتی، مضمون ''کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور''

ایک کاتب صاحب نے جن کا نام اس وقت ذہن سے نکل گیا، بتایا تھا کہ مالک رام صاحب پہلے روزانہ بلاناغہ تلاوتِ کلام پاک کرتے تھے۔...

مالک رام صاحب کی زبان پنجابی تھی... ابتدائی تعلیم سکھوں کے مقامی گوردوارے میں ہوئی۔ مذہب ہندومت تھا، لیکن سیرت، شخصیت اور کلچر میں اردو رچی بسی تھی۔

(انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے زیرِ اہتمام تعزیتی اجلاس میں ۱۵؍ جون ۹۳ء کو پڑھا گیا۔ بہ حوالہ ''قومی زبان'' اپریل ۹۴ء ص ۱۰۵۔۱۰۴)

۳۱۔ اقتباسات کے سلسلے میں، میں نے سب سے پہلے اپنے مراسلے ''مالک رام کے مذہب کی بحث کا جواز'' کا ایک جزو پیش کیا، اس کا دوسرا جزو اس وقت حاضر ہے:

شیخ سلیم احمد نے مجھے لکھا کہ قادیانی جماعت مالک رام کو احمدی کہتی ہے، لیکن بعد کے دنوں میں مالک رام اس سے دور ہو گئے تھے...

مالک رام کی پہلی تین اولادیں لڑکیاں ہیں۔ ڈاکٹر حنیف احمد نقوی نے مجھ سے کہا کہ انھیں قاضی اطہر مبارک پوری نے بتایا کہ مالک رام نے تیسری لڑکی کا نام بشریٰ رکھا اور قاضی صاحب کو بتایا کہ قرآن مجید میں کہیں لفظ بشریٰ کے فوراً بعد لفظ غلام آیا ہے۔ عربی میں غلام کے معنی لڑکا ہیں۔ مالک رام نے قاضی اطہر سے کہا کہ لڑکی کا نام بشریٰ رکھنے سے بالیقین اگلی اولاد نرینہ ہوگی اور یہی ہوا۔ بشریٰ کے بعد پے در پے لڑکے ہوئے...

کالی داس گپتا رضا نے مجھے لکھا کہ مالک رام صاحب سے بارہا ان کے مذہب کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ انھوں نے ہمیشہ تبدیلیِ مذہب سے انکار کیا۔

(''ہماری زبان'' ۲۲؍ مئی ۱۹۹۴ء)

۳۲۔ ڈاکٹر محمد حسن، مراسلہ ''مالک رام صاحب کے مذہب کے بارے میں''

چوں کہ اس موضوع کے بارے میں ایک سے زیادہ موقعوں پر مالک رام سے تبادلۂ خیالات کا موقع ملا تھا، اس لیے میرا کچھ عرض کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ مالک رام صاحب نے ''اسلامیات'' سے متعلق کوئی کتاب شائع کی تھی، اس پر عبدالمغنی صاحب نے غالباً مخالفانہ تقریر یا تبصرہ کیا تھا۔ ایک بار مالک رام صاحب سے اس کا ذکر ہوا۔ جو کچھ انھوں نے کہا، وہ ان کے تصورِ مذہب ہی نہیں بلکہ ان کے مذہب کے بارے میں بھی اہم تھا۔

انھوں نے کہا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ دین ایک مکمل اور قدیم سچائی ہے جو مختلف زبانوں میں مختلف پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجی جاتی رہی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر مختلف ملکوں میں اور مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبر بھیجے جانے کا ذکر ہے اور اس کی بھی صراحت ہے کہ ان کے علاوہ بھی دوسرے ممالک اور دوسرے معاشروں میں ایسے پیغمبر بھیجے گئے جن کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے۔ مالک رام صاحب ہندوستان کے اوتاروں کو بھی ان میں شامل سمجھتے تھے۔ اسی عقیدے کے مطابق معمولاتِ مظہری میں مرزا مظہر جانِ جاناں نے ہندو اوتاروں کو پیغمبر اور ہندوؤں کو ان پیغمبروں کا مقلّد کہا ہے۔ ہمارے آپ کے زمانے میں مولانا حسرت موہانی کرشن جی کو خدا کا اوتار یا پیغمبر مانتے تھے۔ مثالیں اور بھی مل جائیں گی۔

گویا مالک رام صاحب کے نزدیک اسلام الگ مذہب نہیں ہے اور کبھی بھی اس کا دعوے دار نہیں رہا بلکہ وہ اس دینِ فطرت کا تسلسل ہے اور اسی ابدی دین کا تسلسل ہے جو شروع سے چلا آتا ہے اور جس کی مختلف شکلیں یہودی اور عیسائی مذاہب میں ملتی ہیں۔ ان سب مذاہب کو بھی الگ سمجھنے کے بجائے مالک رام صاحب اسلام ہی کے پیش رو دائرے میں شامل جانتے تھے۔ اور یہ باتیں میں ان سے گفتگو کی بنیاد پر عرض کر رہا ہوں، میری رائے یا تبصرہ اس میں نہیں ہے۔

وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ ہم نے ہر دور میں اور ہر معاشرے میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں۔ اس نصِ قطعی کی روشنی میں بھی ہندوستان میں رام اور کرشن اور بدھ کا پیغمبر ہونا ثابت ہے (اور ثابت نہ بھی ہو تو کم سے کم قرینِ قیاس ضرور ہے)۔ اس اعتبار سے ہندو رہ کر بھی کوئی شخص اسلام یعنی آخری مبعوثہ مذہب کے راستے پر چل سکتا ہے...

یہ تو ہوا قبلِ اسلام کے مذہب کے بارے میں ان کا رویّہ۔ اسلام کے بعد کے دور میں وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے قائل تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ پیغمبر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ

جو الگ شریعت، الگ صحیفہ اور الگ نظامِ ہدایت ساتھ لاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو یہ سب ساتھ نہیں لاتے بلکہ اپنے سے پہلے کے پیغمبروں کی شریعت، صحیفے اور نظامِ ہدایت کی ہی توضیح اور تفسیر کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ دوسری قسم کے پیغمبروں کی صف میں شمار کرتے تھے اور دو باتوں کو سند کے طور پر بیان کیا کرتے تھے:

ایک تو مرزا غلام احمد قادیانی کی آنکھیں نیلی تھیں اور ان میں غیر معمولی کشش تھی اور اس قسم کی آنکھیں ان کے نزدیک محض کسی پیغمبر ہی کی ہوسکتی تھیں۔ دوسرے انھوں نے اپنی کسی کتاب میں دہی کو مختلف امراض کے لیے اکسیر بتایا ہے اور اسی بنا پر مالک رام صاحب نے کسی مرض کے سلسلے میں دہی کا استعمال کیا اور فائدہ ہوا۔ اس کے علاوہ بھی مختلف واقعات مرزا صاحب اور ان کے صاحب زادے کے بارے میں بیان کیا کرتے تھے۔ پروفیسر اختر اورینوی کا بیان ہے کہ انھوں نے مالک رام صاحب کے ساتھ احمدیوں کی کسی مسجد میں دریا گنج میں نماز ادا کی تھی۔

اب ان دونوں تصورات کو ملایئے تو تصویر یہ بنے گی کہ جس طرح قبلِ اسلام دور میں اسلام کے علاوہ مختلف مذاہب مثلاً یہودی اور عیسائی مذاہب بھی الہامی تھے اور دراصل اسلام ہی کا حصہ تھے، اسی طرح ہندوستان میں بدھ، رام چندر جی اور کرشن جی کے لائے ہوئے مذاہب بھی اسلام ہی کا حصہ بلکہ اس کے پیش رو مذاہب ہیں اور ہدایت کے مشترکہ سلسلے سے وابستہ ہیں۔

اور یہی نہیں، یہ سلسلہ اسلام کے بعد بھی جاری رہا اور اس کے بعد بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں ایسے پیغمبر (یا ہادی) آتے رہے جو گو اپنے ساتھ کتاب تو نہیں لائے تھے مگر اسی مشترکہ مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کر رہے تھے جو ازل سے آج تک مبعوث ہوتا آیا ہے۔

اس طرح مالک رام صاحب کا عقیدہ ہندو اور مسلمانوں کے معتقدات کا مجموعہ ہی نہیں تھا بلکہ مختلف مذاہب کی ظاہری تفریق میں ایک اندرونی مشترکہ بنیاد پر مبنی تھا۔

(''ہماری زبان''، ۸؍اگست ۱۹۹۴ء)

۳۳۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، مضمون ''عورت اور اسلامی تعلیم''

غلط استنباط کی ایک مثال ص ۸۵ کے حاشیے پر نظر آئی جہاں ''وکل امۃ رسول'' کا ترجمہ ان الفاظ میں کر کے کہ ''اور دنیا کی ہر قوم میں خدا کی طرف سے (صاحبِ شریعت) رسول آئے ہیں'' ترجمے میں صاحبِ شریعت کا اضافہ خواہ مخواہ کر دیا ہے اور پھر ایک اور آیت ''وان من امۃ فلا تیہا نذیر'' کو ملا کر نتیجہ یہ نکالا ہے:

''اس سے ظاہر ہے کہ تمام قومیں اہلِ کتاب ہیں۔''

لیکن یہ کہاں ظاہر ہے، دونوں آیتوں سے یہ تو ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ سب ہی قومیں اہلِ کتاب ہیں بلکہ قرآن کے کثرت سے دوسرے مقامات: ''یااہل الکتاب'' اور ''الذین آتیناھم الکتاب'' وغیرہ تو صریح اس نتیجے کے مخالف ہیں۔ اگر سب اہلِ کتاب ہیں تو پھر قرآن کی اس تخصیصِ دعوت کے معنی ہی کیا رہ جاتے ہیں!

(''صدقِ جدید''، شمارہ ۱۷/اگست ۱۹۵۱ء بہ حوالہ ''مالک رام: ایک مطالعہ'' ص ۱۳۰)

۳۴۔علی جواد زیدی صاحب نے ۲۵/اگست ۱۹۹۴ء ڈاکٹر خلیق انجم کو ایک طویل خط لکھا جس کے آخر میں نوٹ ہے: ''یہ صرف آپ کے مطالعے کے لیے ہے، بہ غرضِ اشاعت نہیں ہے۔ مجھے اس خط کا عکس ملا۔ مجھے اس خط میں کوئی بھی ایسی بات دکھائی نہیں دی جس کی اشاعت پر کوئی اعتراض ہو۔ میں بہت احتیاط کے ساتھ اس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کر رہا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو حضرات اپنے مذہب کے بارے میں حقیقتِ حال کا اظہار مصلحتاً یا اصولاً پسند نہیں کرتے، ان کے مذہبی خیالات میں زیادہ کرید مناسب نہیں ہے...

ان کے مذہب کے بارے میں سب سے پہلے میری فرمائش کے بغیر میرے دوست اور ہم دفتر جگن ناتھ آزاد نے یہ بتایا کہ مالک رام کو لوگ عام طور سے قادیانی جانتے ہیں۔ میرے چہرے پر تعجب کے آثار دیکھ کر وہ کچھ مسکرائے...

ہاں جب falicitation volume کی ترتیب کا سوال اٹھا تو میں نے پہلی بار اسے چھیڑا تو انھوں نے چھوٹتے ہی پوچھا کہ ''تم سے کس نے کہا؟'' میں نے جگن ناتھ آزاد کا نام پہلے تو نہیں لیا اور کہا کہ افواہیں سنتا ہوں، لیکن انھوں نے پھر پوچھا تو میں نے کہا کہ جگن ناتھ آزاد نے عام افواہ کا ذکر کیا تھا۔ غالباً انھوں نے لاہور وغیرہ میں سنا ہوگا۔ کہنے لگے کہ ''کیا تم یقین کرتے ہو؟'' میں نے کہا، ''آپ جو کہیں گے میں اسی پر یقین کرلوں گا کیوں کہ آپ صاحب معاملہ ہیں۔'' پھر کچھ اور بات نکل پڑی اور انھوں نے نہ اس کی تردید کی نہ تائید، لیکن ان کے رویّے سے میں نے اندازہ لگایا کہ انھیں یہ بات اچھی نہیں لگی...

یہ بھی صحیح ہے کہ ان کے بچوں کے نام آفتاب اور سلمان ہیں اور ایک بچی کا نام بشریٰ ہے لیکن دوسری بچیوں کا نام ارونا اور اوشا بھی ہے۔ ان کی اہلیہ صحیح العقیدہ ہندو ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آخر عمر میں مالک رام صاحب کو ''بھگوت گیتا'' سے خاص شغف تھا اور اس کا گہرا مطالعہ کر کے اس پر کچھ لکھنا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر محمد حسن نے لکھا ہے کہ مالک رام نے ان سے کہا تھا کہ وہ مختلف ادیان کی

باہمی وحدت کے قائل ہیں، لیکن ادھر کی تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ اس عقیدے تک پہنچنے میں انھوں نے ایک ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ ان بنیادوں پر قیاس آرائیوں کی گنجائشیں تو بہت ہیں لیکن جب انھوں نے کلّی وابستگی کا آخر تک اظہار نہیں کیا تو ہم اس پر اصرار کیوں کریں؟

مالک رام کے مذہب کے موضوع پر میں نے ہندوستان اور پاکستان کے مختلف اہل الرّائے حضرات کی رائیں درج کر دی ہیں۔ ان میں رسالہ ''سیّارہ'' لاہور میں بشیر ساجد اور سہیل شوق کے مراسلے، مالک رام کے فرزند آفتاب بویجا کے میرے نام چار خطوط، ''ہماری زبان'' ۸/اگست ۹۴ء میں ڈاکٹر محمد حسن کا مراسلہ اور سیّد علی جواد زیدی کا مکتوب بہ نام خلیق انجم بہ طورِ خاص معلومات افروز ہیں۔ تنہا ڈاکٹر محمد حسن کا مراسلہ اس موضوع پر جتنی روشنی عطا کرتا ہے، اتنی اور کوئی تحریر نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین جملہ نگارشات کو پڑھ کر اپنے طور پر کوئی رائے قائم کرسکیں گے۔

(''تجدید'' کلکتہ، پہلا شمارہ، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۵ء)

پس نوشت: کیسی عجیب بات ہے کہ ۸/۶/ ۱۴۱۷ھ کا لکھا مجھے ایک کارڈ ملا جس میں بھیجنے والے نے نہ اپنا نام لکھا تھا، نہ پتا، نہ مقام۔ ایک ناخواندنی دستخط تھے، جنھیں میں نے خط کے موضوع کی بنا پر ''کلیم'' طے کیا۔ ڈاک خانے کی مہر میں ''پھلت'' صاف پڑھا جاتا تھا۔ میں ہجری ماہ و تاریخ کو نہ بوجھ سکا۔ تقویم نکال کر دیکھی تو یہ ۸/جمادی الآخر ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۱/اکتوبر ۱۹۹۶ء تھی۔ موصوف نے لکھا تھا:

> آپ سے سچی محبت کرنے والے اس نااہل بھائی کے پاس آپ کے لیے ایک عظیم خوش خبری ہے۔ اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے قبل یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مالک رام صاحب کے ایمان پر خاتمے کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

میں نے جواب میں لکھا کہ مالک رام سے منسوب ۱۳/اپریل ۱۹۹۳ء کا خط اکثر اہل الرّائے کی نظر میں وضعی ہے اور میں ان سے متّفق ہوں۔ مزید درخواست یہ ہے کہ مجھے اپنی تبلیغ سے معاف رکھیں اور آئندہ اس موضوع پر کچھ نہ لکھیں۔ خوشی کی بات ہے کہ اس کے بعد مجھ سے سچی محبت کرنے والے بھائی کا کوئی خط نہیں آیا۔

17-2-2001 ☆☆☆